45

بعض بدظنّیوں کا ازالہ

(فرمودہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

میں نے پچھلے سے پچھلے خطبہ جمعہ میں اس بات کی طرف توجہ دلائی تھی کہ تمام کارخانۂ عالم کا دارومدار حسن ظنی پر ہے۔ اگر ہم حسن ظنی کو ترک کر دیں تو کوئی صیغہ انتظام کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ نہ بیوی بچوں کے تعلقات درست رہ سکتے ہیں نہ دوست دوستوں کے ساتھ تعلق رکھ سکتا ہے۔ نہ سودا لینے والا کوئی سودا لے سکتا ہے۔ اور نہ سودا بیچنے والا سودا بیچ سکتا ہے۔ نہ حاکم محکوم سے تعلق رکھ سکتا ہے۔ نہ شہروں اور محلوں کے تعلقات درست رہ سکتے ہیں۔ غرض کوئی بھی شعبہ زندگی ایسا نہیں ہے جس میں حسن ظنی چھوڑی جا سکتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک کام حسن ظنی سے ہی شروع ہوتا ہے۔ جب تک اس کے ابتدا میں حسن ظنی نہ ہو تب تک وہ کام شروع ہی نہیں ہو سکتا۔ میں نے اس خطبہ میں بتایا تھا کہ یہ مضمون تمہید کے طور پر ہے اور اگلے جمعہ میں اصل مضمون بیان کروں گا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت پچھلے جمعہ مولوی عبیداللہ صاحب کی وفات کی اطلاع ملی جس پر مجھے کچھ بولنا پڑا اور وہ مضمون بیان نہ کر سکا۔ اس لئے آج میں اس مضمون کو بیان کرتا ہوں جس کی پچھلے جمعہ میں تمہید بیان کی تھی۔

پچھلے دنوں جب میں لاہور گیا تو وہاں ایک عزیز نے بعض باتیں میرے پاس بیان کیں۔ وہ باتیں ایسی تھیں کہ ان کا دل کے اوپر نہایت ہی گہرا اثر پڑتا تھا کیونکہ وہ تمام بدظنی پر مبنی تھیں اور نہایت خطرناک نتائج پیدا کرنے والی تھیں۔ ان سے ایسا خطرناک نتیجہ پیدا ہو سکتا تھا کہ اس کے مقابلہ میں پیغامیوں کا فتنہ بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ چونکہ وہ اہم معاملہ تھا اس لئے میں نے فوراً چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو تحقیقات پر مقرر کیا۔ اس تحقیقات کے نتیجہ میں جو رپورٹ انہوں نے پیش کی اس سے معلوم ہوا کہ راوی نے وہ باتیں واقع میں بیان کی تھیں۔ اس کا نام تو میں لینا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ جس نے وہ باتیں بیان کی تھیں وہ ایک ناتجربہ کار بچہ تھا اس کو ابھی بہت کچھ

سیکھنا باقی تھااور جو باتیں اس نے بیان کیں ان میں اس کی بہت کچھ ناتجربہ کاری کا بھی دخل تھا اور پھر اس نے سچے دل سے بعد میں توبہ بھی کر لی۔ اس لئے میں نے چشم پوشی سے کام لیا اور اسے معاف کر دیا۔ پھر میں اس کا نام بھی نہیں لیتا جس نے مجھے وہ باتیں بتائیں۔ کیونکہ وہ بھی بچہ ہے اور ممکن ہے کہ کوئی اس سے زور دیکر پوچھے کہ بتاؤ وہ کونسا شخص ہے جس نے یہ باتیں بیان کی ہیں۔ باقی چوہدری صاحب کا نام اس لئے لیا ہے کہ میں سمجھتا ہوں وہ سمجھ دار آدمی ہیں ان سے کوئی شخص کوئی بات نہیں پوچھ سکتا۔ اور اس لئے بھی کہ میں نے تحقیقات کے لئے ایک ذمہ دار آدمی کو مقرر کیا تھا۔ انہوں نے رات کے دو تین بجے تک تحقیقات کی چنانچہ چوہدری صاحب کی تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ جو باتیں مجھ تک پہنچی تھیں۔ وہ ضرور کہی گئی تھیں۔ اور وہ یہ تھیں۔

اس نے کہا قادیان میں مولویوں کو انگری خوانوں سے بڑی عداوت ہے۔ اور وہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں نہ صرف یہ کہ انکے دلوں میں عداوت ہے بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی یہی سکھایا جاتا ہے۔ اور ان میں اس قسم کی عادات پیدا کی جاتی ہیں۔ چنانچہ مدرسہ احمدیہ کے لڑکے انگریزی سکول کے استادوں کو سلام نہیں کہتے۔ لیکن انگریزی مدرسہ کے استاد اور لڑکے مدرسہ احمدیہ کے لڑکوں اور استادوں کو السلام علیکم کہتے ہیں۔ اور ان کا ادب اور احترام کرتے ہیں۔ پھر بیان کیا کہ خصوصیت سے اس جرم کے مرتکب اور بانی مبانی مولوی سید سرور شاہ صاحب اور شیخ عبدالرحمان صاحب مصری ہیں۔ اور اس بدظنی کی بنیاد اس امر پر رکھی کہ مولوی صاحب نے ایک دفعہ مبلغوں کے متعلق خطبہ پڑھا تھا جس میں بتایا تھا کہ ضروری ہے کہ ایسے مبلغ باہر بھیجے جائیں جو دین سے واقف ہوں۔ ان کیے بعض فقروں سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کے نزدیک اب جو مبلغ جا رہے ہیں وہ ناقص ہیں اور وہ چونکہ انگریزی خواں ہیں اس لئے ان کا یہ مطلب ہے کہ انگریزی خواں کام نہیں کر سکتے۔ اس شخص نے یہ بیان کیا کہ اس خطبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولویوں کے دل میں انگریزی خوانوں سے کتنا بغض ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ انگریزی خواں تبلیغ کا کام نہیں کر سکتے۔ پھر اس شخص نے یہ بیان کیا کہ مولوی سرور شاہ صاحب کھلے طور پر خطبہ جمعہ میں ایسا نہیں کہہ سکتے تھے جب تک ان کے ساتھ مولویوں کا ایک جتھا نہ ہوتا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ دوسرے مولوی بھی ان کے ساتھ ہیں۔ پھر انگریزی خوانوں کے خلاف اس قدر نفرت بڑھ رہی ہے کہ بعض انگریزی خواں کام کرنے والوں کو بھی مولوی کا نام دیا جاتا ہے تاکہ باہر کی جماعتوں کو یہ بتایا جائے کہ جو کچھ کام ہو رہا ہے وہ مولویوں کے ذریعہ ہو رہا ہے اور سلسلہ کے کام مولوی ہی کر رہے ہیں۔ جیسے مولوی رحیم بخش صاحب' مولوی عبدالمغنی صاحب' مولوی ذوالفقار علی خان صاحب اور مولوی بشیر احمد صاحب نے اس بارہ میں زیادہ اہتمام کیا ہے اور تحریک کی ہے کہ ان لوگوں کو مولوی ہی کے لقب سے پکارا جائے تاکہ

مولویوں کا نام مشہور ہو۔

پھر اس نے بیان کیا کہ اس میں خلیفہ کا بھی کچھ دخل ہے۔ کیونکہ تمام مشوروں میں مولویوں کو ہی بلایا جاتا ہے۔ جب خلیفہ مولویوں کو مشوروں میں بلاتا ہے تو معلوم ہوا کہ ان کو لائق خیال کیا جاتا ہے۔ پھر اس کا ثبوت یہ ہے کہ مدرسہ احمدیہ کے استادوں کو تو مشوروں میں بلایا جاتا ہے لیکن مدرسہ انگریزی کے استادوں کو نہیں بلایا جاتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کام انگریزی خواں کر رہے ہیں۔ بیرونی ممالک میں جو کام ہو رہا ہے وہ انگریزی خوانوں کے ہاتھوں سے ہو رہا ہے۔ تبلیغ کے لئے اصل میں انگریزی زبان کی ہی ضرورت ہے عربی صرف معمولی جاننے کی ضرورت ہے۔ جب اسے کہا گیا کہ بعض اوقات ایسے مسائل بھی پیش آتے ہیں جن میں عربی کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ پیچیدہ مسائل ہوتے ہیں جو عربی زبان کی واقفیت سے ہی حل ہو سکتے ہیں۔ تو اس نے کہا انہیں عربی کی ضرورت نہیں۔ ایسے مسائل انسان اپنی عقل سے بھی معلوم کر سکتا ہے۔ پھر سننے والے نے اسے کہا کہ اگر خلیفہ بھی مولویوں کو ہی مشوروں میں بلاتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ہی لائق ہیں۔ اس نے جواب میں کہا کہ اصل وجہ یہ ہے کہ جب خلافت کا جھگڑا ہوا تو انگریزی خوانوں نے ہی یہ جھگڑا کھڑا کیا تھا۔ اور مولوی خلافت کی تائید میں تھے۔ اس لئے خلیفہ ان کی رعائت کرتا ہے۔ دوران تحقیقات میں جب اس لڑکے سے پوچھا گیا کہ تم نے واقعی یہ باتیں کہی ہیں تو اس نے کہا کہ مجھے تپ چڑھا ہوا تھا۔ اور میں نے تپ کے جوش میں یہ باتیں کہی تھیں۔ لیکن جب اسے کہا گیا کہ اب تمہارا کیا خیال ہے تو اس نے کہا اب بھی میرا یہی خیال ہے۔ ہاں اس نے یہ بھی کہا کہ مولوی جو وعظ کرتے ہیں جو تقریر کرتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں انگریزی خواں زیادہ عمدہ تقریر کر سکتے ہیں۔ ایک طرف شیخ عبدالرحمان صاحب کو حوالجات نکالنے پر بٹھایا جائے اور دوسرے طرف ایک انگریزی خواں لڑکے کو تو انگریزی خواں لڑکا زیادہ کام کر سکے گا۔ اور اسی طرح شیخ عبدالرحمان صاحب قرآن کے وہ معارف بیان نہیں کر سکتے جو فلاں انگریزی خواں بیان کر سکتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مولویوں سے زیادہ خدمت اسلام کرنے کی قابلیت انگریزی خواں رکھتے ہیں بلکہ درحقیقت انگریزی خواں ہی خدمت کرتے ہیں۔

ان باتوں کے اندر بہت بڑی خطرناک روح معلوم ہوتی ہے جو اگر جاری رہے تو بہت بڑا فتنہ پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خیالات کسی ایک آدھ آدمی کے ہیں اس لئے کوئی فکر کی بات نہیں۔ کوئی شخص تندرست نہیں رہ سکتا جب تک اس کے تمام اعضاء تندرست نہ ہوں اور اس کا تمام جسم صحیح نہ ہو۔ ایک عضو بھی اگر بیمار ہو جائے تو سارے اعضاء پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح وہ جماعت بھی فتنوں سے محفوظ نہیں کہلا سکتی جس کے بعض افراد میں یہ روح موجود ہو۔

اگر یہ روح جماعت میں جاری رہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تفرقہ بڑھے گا اور تمام جماعت یوں معلوم ہوگی جیسے فرانس کے میدان میں انگریز اور جرمن لڑ رہے تھے یا جیسے ایک پنجرے میں دو شیر بند کر دئے گئے ہیں۔ لیکن یاد رکھو جماعت دلوں کے اتحاد سے بنا کرتی ہے اگر کسی جماعت کے دل ایک نہیں تو وہ جماعت نہیں کہلا سکتی۔ جیسے حضرت صاحب نے پیغام صلح میں مسلمانوں کی نسبت فرمایا ہے کہ ان کی کوئی جماعت نہیں ہے کیونکہ ان کے دل پراگندہ ہیں۔ پس ہم اگر اپنے آپ کو جماعت احمدیہ کہیں لیکن ہمارے دل ایک نہ ہوں تو یہ جھوٹ ہوگا۔

میں نے جو باتیں اب بیان کی ہیں ممکن ہے کہ اور بھی کچھ آدمی اس قسم کے خیالات کے ہوں اور گو یہ خیالات ابھی مخفی ہیں اور دو چار آدمی اس میں مبتلا ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں میں نہ پھیلیں اور جماعت کے اور افراد ایسے خیالات میں مبتلا نہ ہوں اور چونکہ یہ باتیں بہت اہم اور خطرناک نتائج پیدا کرنے والی ہیں اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ ان پر کچھ بیان کروں۔ یہ اس قدر اہم معاملہ تھا کہ اگر وہ نوجوان سچے دل سے توبہ نہ کرتا تو میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اس کو جماعت سے الگ کر دوں کیونکہ خلیفہ کا یہی کام ہے کہ وہ تمام جماعت کو ایک ہاتھ پر اور ایک کلمہ پر جمع رکھے۔ میں سمجھتا ہوں میں اپنی ذمہ داریوں کے ادا کرنے سے قاصر رہتا یا قاصر رہوں گا اگر اس قسم کے واقعات اور حالات سے چشم پوشی کروں۔ کیونکہ وہ خلیفہ خلیفہ نہیں ہو سکتا جو دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کئی جماعتیں بن رہی ہے اور وہ خاموش رہے۔ خلافت کی غرض ہی یہی ہے کہ وہ سب کو ایک جگہ پر اور ایک کلمہ پر جمع رکھے۔ مجھے شام کو ان باتوں کے متعلق اطلاع ہوئی اسی وقت میں نے دوستوں کو بلا کر مشورہ کیا۔ اور چوہدری صاحب کو بلا کر کہا کہ صبح سے پہلے پہلے مجھے تحقیقات کر کے اصل حالات بتائیں۔ آج میں نے اس خیال سے یہ خطبہ پڑھا ہے کہ باقی لوگ ان خیالات میں مبتلا نہ ہوں اور اصل حالات کو بیان کرتا ہوں۔

یہ جو اس نے بیان کیا کہ عربی خواں انگریزی خوانوں سے عداوت رکھتے اور ان کو حقیر سمجھتے ہیں اس کا جواب میں حدیث هل شففت قلبه ؎ کو پیش کر کے دیتا ہوں۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ باوجود اس کے کہ صحابی ظاہر حالات میں راستی پر معلوم ہوتا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو غلطی پر ٹھہراتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے کیوں نہ اس پر سے تلوار اٹھالی اور کیوں نہ سمجھا کہ وہ تیرا بھائی ہے جب کہ اس نے کہا تھا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ کیا تو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا۔ نبی کریمؐ نے حسن ظنی کی ایسی تاکید کی ہے کہ باوجود اس کے کہ واقعات خلاف ہوں پھر بھی حسن ظنی سے کام لینا چاہیئے۔ مولویوں اور انگریزی خوانوں کی جو عداوت ہے وہ دل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور حقارت کا تعلق بھی دل سے ہے۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ عربی خواں

انگریزی خوانوں کو حقیر سمجھتے اور ان سے عداوت رکھتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ ہم نے ان کے دل پھاڑ کر نہیں دیکھے۔ پھر میں کہتا ہوں اس نے کس طرح سمجھ لیا کہ ان مولویوں کو انگریزی خوانوں سے عداوت اور نفرت ہے جو سالہا سال سے خدمت دین کر رہے ہیں۔ جنہوں نے اپنے وطنوں کو چھوڑا۔ آبائی مذہب کو چھوڑا۔ رشتہ داروں کو ترک کر دیا جنہوں نے اس قسم کی قربانیاں کیں جو قابل قدر ہیں اور پھر جو وہ منہ سے اقرار کرتے ہیں اس کے مطابق کام کرکے بھی دکھلاتے ہیں پھر جبکہ وہ اس بات سے انکار کر رہے ہیں کہ ان کو انگریزی خوانوں سے عداوت ہے ایسے لوگوں کے متعلق اگر کہا جائے کہ ان کے دل میں عداوت ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا بدظنی ہو سکتی ہے۔ اگر کسی کے متعلق بدظنی سے کام لینا چاہیئے تو پھر میں بھی ہر ایک بیعت کرنے والے پر بدظنی کروں کہ معلوم نہیں کہ یہ کس غرض سے بیعت کرتا ہے اور جو بھی کام کرے اس کے متعلق سمجھوں کہ نہ معلوم کس نیت سے کام کرتا ہے تو پھر کام کس طرح ہو۔

دنیا میں بہت سے ایسے نالائق بادشاہ گزرے ہیں جو بدظنی کرتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنے خادموں کو قتل کرا دیتے تھے۔ لیکن وہ دنیا میں کبھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گئے۔ دوسرے لوگ ہمیشہ ان کو ذلیل سمجھتے رہے ہیں انہوں نے محض بدظنی کی بنا پر اپنے وفاداروں کو قتل کرایا۔ پس بدظنی کرنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگوں کو بدظنی سے نفع کا خیال ہوتا ہے لیکن یہاں تو بدظنی سے کوئی نفع نہیں حاصل ہو سکتا۔ اس بدظنی سے انگریزی خوانوں کو بھلا کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ پس میں بھی نبی کریمؐ کی طرح کہتا ہوں کہ کیا تم نے عربی خوانوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھ لیا ہے کہ ان کے دل میں انگریزی خوانوں سے عداوت ہے۔ باقی مولوی سرور شاہ صاحب کے خطبہ سے جو نتیجہ نکالا گیا تھا۔ اور جو غلط مفہوم سمجھا گیا تھا۔ اس وجہ سے میں نے اگلے جمعہ میں ہی تردید کر دی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ میں نے وہ خطبہ نہیں سنا۔ بعض اوقات جب میں تکلیف کی وجہ سے بول نہ سکوں تو جمعہ میں آجاتا ہوں اور خطبہ میری موجودگی میں ہوتا ہے لیکن اس دفعہ میں آبھی نہیں سکا تھا۔ اور میں نے نہیں سنا تھا کہ مولوی صاحب نے کیا کہا تھا۔ اس لئے میں نے کہا تھا میں یہ امید نہیں کر سکتا کہ جو مضمون مولوی صاحب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ واقع میں انہوں نے بیان کیا ہو۔ اور میں نے اس بات کی تشریح کر دی تھی مگر دیکھو کہ بدظنی کا پہلا خطرناک نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ اور بدظنی سے انسان کہاں تک پہنچتا ہے اس شخص نے بدظنی سے ایسے شخص کے متعلق استدلال کیا جو اس کا محسن تھا۔ سب سے پہلے جس شخص کی طرف سے مولوی صاحب کے خطبہ کے متعلق مجھے یہ کہا گیا کہ چونکہ مولوی صاحب کے مضمون سے لوگوں نے غلط نتیجہ نکالا ہے اور خطرہ ہے کہ انگریزی خوانوں کے دلوں کو اس سے تکلیف پہنچے اس لئے مولوی صاحب کو جلدی تدارک

کرنا چاہیئے اور اس غلط فہمی کو دور کر دینا چاہیئے وہ شیخ عبدالرحمان صاحب مصری تھے۔ اور سب سے پہلے ایک مولوی ہی نے ان کی طرف سے مجھے یہ بات کہی۔ تو جس شخص نے اس خطبہ کے متعلق مجھے اطلاع کرائی اس کے متعلق یہ بدظنی کی گئی کہ اس کی صلاح اور مشورہ سے یہ خطبہ پڑھا گیا تھا۔ اگر وہ بدظنی نہ کرتا تو ایسے خطرناک امر میں مبتلا نہ ہوتا کہ ان لوگوں کو دشمن قرار دیتا جن کی طرف سے حسن سلوک کیا گیا تھا۔

پھر یہ بات اس نے بیان کی کہ مدرسہ احمدیہ کے لڑکے انگریزی سکول کے اساتذہ کو سلام نہیں کہتے۔ اس کے متعلق میں کچھ رائے نہیں دے سکتا۔ کیونکہ نہ میں ان مدرسوں کا طالب علم اور نہ ہائی سکول کا استاد ہوں۔ اور میرے سامنے وہ لڑکے ایسا کر بھی نہیں سکتے اور نہ میں ان پر بدظنی کرتا ہوں کہ وہ ایسا کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو یہ نہایت گندی اور خلاف اسلام بات ہے۔ مدرسہ احمدیہ میں پڑھنے کی تو غرض یہ ہے کہ وہ خدمت اسلام کے لئے تیار ہوں۔ اور اسلام کا یہ حکم ہے کہ خواہ کوئی ہو۔ اسے سلام کہا جائے۔ بعض صحابہ مثلاً عبداللہ بن عمرو غیرہ اسی غرض سے بعض اوقات بازار یا کوچہ میں جاتے کہ لوگوں کو سلام کہیں۔ مدرسہ احمدیہ خدمت اسلام کے لئے ہے نہ کہ اس کے خلاف چلنے کے لئے۔ پس میں ان پر بدظنی نہیں کرتا۔ لیکن پھر بھی کہتا ہوں اگر ان میں سے کوئی اس مرض میں مبتلا ہو تو اس کو توبہ کرنی چاہیئے اور اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اس سے زیادہ میں اس بات کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

باقی رہا یہ کہ میاں بشیر احمد صاحب نے ماسٹر عبدالمغنی صاحب، ماسٹر رحیم بخش صاحب، خان صاحب ذوالفقار علی خان صاحب کو مولوی کہا ہے اور لوگوں کو بھی ترغیب دی ہے کہ وہ ان کو مولوی کہا کریں تاکہ مولویوں کی شہرت ہو اور انگریزی خوانوں کے اچھے کام ان کی طرف منسوب ہوں۔ مجھے تحقیقات سے اب تک معلوم نہیں ہوا کہ میاں بشیر احمد صاحب نے ایسا کہا ہے اور نہ کوئی اس بات کا گواہ ملا ہے۔ اور ہمیں تو اب تک یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ ہم میں سے کون ہے جو مولوی کہلانا چاہتا ہے اور مولویت کے ساتھ انس رکھتا ہے۔ کیونکہ مولوی لفظ کا قدرتاً" ہماری جماعت کے لوگوں میں ادب و احترام نہیں رہا۔ اور نہ اس سے انس ہے۔ کیونکہ نہ تو ابتدائی زمانہ اسلام میں کوئی مولوی کہلایا اور نہ درمیانی زمانہ کے بزرگوں نے اپنے آپ کو مولوی کہلایا۔ وہ امام پکارے جاتے تھے۔ اور اب ہمارے سامنے جو مولوی آئے وہ تو وہ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی شدید مخالفت کی اور آپ پر کفر و فسق کے فتوے لگائے۔ باقی جو بزرگ اسلام میں گزرے ہیں وہ امام کے لفظ سے پکارے گئے ہیں جیسے شیخ عبدالقادر، فقہا اور دوسرے عالموں کو امام یا علامہ کہا جاتا تھا۔ آج کل جو مولوی ہیں وہ ہمارے اشد ترین دشمن ہیں۔ اس لئے میری تو عقل میں ہی یہ نہیں

آتا کہ ہم میں سے کسی کو مولویت سے انس ہو۔ یا مولوی کہلانا چاہتا ہو۔ پھر یہ کہ ان لوگوں کو مولوی کہہ کر جماعت کو یہ دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ کہ مولوی ہی ہیں جو سب کام کر رہے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ مجھے تو آج تک کبھی باہر سے کوئی چٹھی نہیں آئی کہ فلاں جگہ مولوی ثناء اللہ سے مباحثہ ہے مولوی عبدالمغنی کو بھیج دو یا مولوی ذوالفقار علی صاحب یا مولوی رحیم بخش صاحب کو بھیج دو۔ پس یہ ممکن ہی نہیں کہ اگر ان لوگوں کو مولوی کہا جائے تو جماعت کو یہ خیال ہو کہ یہ لوگ مولوی ہیں جو کام کر رہے ہیں۔ تمام جماعت ان کو انگریزی خواں سمجھتی ہے۔ ان کے متعلق یونہی زبانوں پر مولوی کا لفظ جاری ہو گیا۔ جس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ واقع میں مولوی سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً مولوی رحیم بخش صاحب ہیں۔ اگر ان کو کبھی مولوی کہا جاتا ہے تو اس لحاظ سے کہ انہوں نے عربی میں ایم۔اے پاس کیا ہے اور کبھی ماسٹر بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ انگریزی خواں بھی ہیں۔ اسی طرح ماسٹر عبدالمغنی صاحب کے متعلق بھی جماعت کو دھوکہ نہیں لگ سکتا کیونکہ جماعت کے لوگ جانتے ہیں کہ وہ انگریزی خواں ہیں۔

باقی رہا یہ کہ میں مولویوں کو ہی مشورہ میں بلاتا ہوں یہ بھی بالکل خلاف واقعہ ہے۔ مثلاً پیچھے ملکانوں کے متعلق جن لوگوں کو مشورہ میں بلایا جاتا تھا۔ وہ صرف مولوی ہی نہ تھے بلکہ انگریزی خواں بھی تھے اور انگریزی دانوں کی تعداد زیادہ تھی۔ انگریزی خوانوں میں سے میاں بشیر احمد صاحب' ماسٹر رحیم بخش صاحب' ماسٹر عبدالمغنی صاحب' مولوی شیر علی صاحب' ذوالفقار علی خان صاحب تھے۔ اور مولویوں میں سے حافظ روشن علی صاحب' شیخ عبدالرحمان صاحب مصری' مولوی سرور شاہ صاحب' مولوی اسماعیل صاحب تھے۔

باقی شیخ محمد یوسف صاحب' قاضی اکمل صاحب' میر قاسم علی صاحب وہ لوگ ہیں جو نہ انگریزی خواں کہلا سکتے ہیں نہ عربی خواں' قاضی اکمل صاحب نے اگرچہ درسی کتب عربی کی پڑھی ہیں لیکن انہوں نے اپنی آئندہ زندگی کو ایسے رنگ میں نہیں چلایا کہ وہ مولوی کہلاتے۔ پھر ولی اللہ شاہ صاحب بھی تھے۔ وہ بھی آدھے انگریزی خواں اور آدھے عربی خواں ہیں۔ انہوں نے عربی پڑھی ہے مگر وہ بھی انگریزی کی طرز پر۔ پس اگر مشورہ میں تعداد مدنظر رکھی جائے تو مولویوں کی کم ہے۔ ہاں چوہدری نصراللہ خان صاحب بھی تھے وہ بھی نہ انگریزی خواں نہ عربی خواں ہیں۔ وہ وکیل ہیں۔ باقی صیغوں کے ناظر بھی انگریزی خوان ہیں مولوی نہیں۔ پھر یہ کہ میں عربی خوانوں سے کام لیتا ہوں انگریزی خوانوں سے نہیں لیتا یہ بھی غلط ہے۔ میں جب کسی کو کسی کام پر مقرر کرتا ہوں تو میرے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ یہ اس کام کا اہل ہے اور اس کام کو کر سکتا ہے لیکن میرے ذہن میں یہ کبھی نہیں آیا کہ یہ انگریزی خواں ہے یا عربی خواں۔ میرے ذہن میں جو سوال اٹھتا ہے وہ یہی ہوتا

ہے کہ آیا فلاں شخص فلاں کام کر سکتا ہے یا نہیں اور جس کو میں کسی کام کا اہل سمجھتا ہوں خواہ وہ انگریزی خواں ہو یا عربی دان یا اور کوئی اسے کام پر مقرر کرتا ہوں کیونکہ میرے مدنظر کسی کی ڈگری یا سند نہیں ہوتی بلکہ کام کرنے کی اہلیت ہوتی ہے۔ پس ہمارے پاس وہ رہ سکتا ہے جو یہ خیال کرے کہ میں احمدی ہوں اور وہ شخص کبھی اس جماعت میں نہیں ٹھہر سکتا جو اپنے آپ کو انگریزی خواں یا عربی خواں ہونے کی حیثیت سے ہمارے پاس ٹھہرنا چاہے۔ کیونکہ یہ ایک جماعت یا ایک کیونٹی ہے جس میں احمدیت کے نقطہ اتحاد پر چل کر کام کرنا ہے نہ کہ مولوی یا انگریزی خواں ہو کر۔ پھر یہ کہ مدرسہ احمدیہ کے استاد مشورہ میں بلائے جاتے ہیں اور انگریزی مدرسہ کے استاد نہیں بلائے جاتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انگریزی خوانوں کی تعداد زیادہ ہے ان میں سے زیادہ لائق آدمی اعلیٰ کاموں کے لئے ہم نے چن لئے ہیں۔ لیکن عربی خواں تھوڑے ہیں اور ان میں سے لائق آدمیوں کو ہم نے مدرسہ میں لگایا ہوا ہے کیونکہ اور آدمی مدرسہ کا کام چلانے کے لئے ہمارے پاس نہیں۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان کو معمولی مدرس کی حیثیت سے بلایا جاتا ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ سلسلہ کے عالم ہیں باوجود علم و فضل کے یہ ان کی قربانی ہے کہ وہ مدرسہ کا کام چلا رہے ہیں ورنہ اصل ان کا یہ کام نہیں اگر ان کی جگہ ہمیں عربی خواں کافی تعداد میں مل جائیں تو ان کو ہمیں اور کاموں پر لگانے کی ضرورت ہے۔

پھر خلیفہ کے متعلق یہ کہنا کہ اس کا بھی ان باتوں میں دخل ہے۔ اور وہ عربی خوانوں کی رعائت کرتا ہے کیونکہ خلافت کے جھگڑے میں عربی خواں ہی اس کی تائید میں کھڑے تھے۔ یہ ایسا خیال ہے کہ اس کے رکھنے والا خلیفہ کی بیعت میں نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس کا اس سے یہ مطلب ہے کہ خلیفہ اتنا بے وقوف ہے کہ اس کو پتہ ہی نہیں کہ خلافت کیا ہے اور خلیفہ کون بناتا ہے۔ خلافت کے جھگڑے کے وقت اگر کچھ انگریزی خواں مخالفت کے لئے کھڑے ہو۔ ئے تھے تو کچھ انگریزی خواں تائید میں بھی کھڑے تھے۔ جیسے مولوی شیر علی صاحب' ذوالفقار علی خان صاحب وغیرہ۔ پھر اگر بعض مولوی تائید میں تھے تو بعض مخالف بھی تھے۔ جیسے مولوی غلام حسن صاحب پشاوری۔ پھر میں کہتا ہوں کسی کو خلیفہ ہونے سے فائدہ کیا ہے۔ سوائے اس کے کہ لوگوں کے مصائب اور ان کی اصلاح کے لئے غم کھاتا اور کڑھتا رہے۔ کہ کس طرح جماعت کا جہاز پار ہو جائے۔ خلافت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ ایک مردم کش چیز ہے وہ کسی کے قتل کے لئے ایک نہایت سریع التاثیر آلہ ہے۔ جو مضبوط سے مضبوط اور جوان سے جوان آدمی کو تھوڑے عرصہ میں مار دیتا ہے۔ اور یہ ایک آزاد آدمی کو غلام بنا دیتی ہے۔ اور گھن کی طرح اس کو کھا جاتی ہے۔ باقی رہے خدا کے فضل اور احسانات وہ صرف خلافت کے ساتھ وابستہ نہیں۔ کیا نبوت براہ راست نہیں ملتی۔ بے شک روحانی

فضل خلیفہ پر بھی ہوتے ہیں لیکن خدا کے فضلوں میں داخل ہونے کے لئے صرف یہی روحانی دروازہ نہیں۔

اگر کوئی اپنی خواہش سے خلیفہ بنتا ہے تو اس قسم کی خلافت تو بجائے رحمت کے زحمت ہے اور وہ شخص ایک ملعون انسان ہے۔ جو ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے اور کبھی بھی وہ کوئی تائید الٰہی نہیں حاصل کر سکتا پھر میرے نزدیک خلافت کی عظیم الشان مشکلات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خلیفہ خلافت سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ وہ مجبور و معذور ہوتا ہے۔ وہ اعتراض کرنے والوں کو عملی جواب نہیں دے سکتا۔ ایک ہیڈ ماسٹر پر لوگوں کو اعتراض ہو۔ وہ کسی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہیڈ ماسٹری سے استعفا دے سکتا ہے کہ لو میں اس سے الگ ہوتا ہوں۔ لیکن ایک خلیفہ خلافت سے نہیں ہٹ سکتا۔ اور وہ اس طرح جواب نہیں دے سکتا اور یہی وہ منصب ہے کہ اس پر قائم ہونے والے کو پیچھے ہٹنے کے اختیار سے محروم کر دیا جاتا ہے خلیفہ ہی وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کے ہاتھ بند ہوتے ہیں اس لئے دوسرے کے مکّا کا جواب نہیں دے سکتا۔ اس کی زبان بھی بند ہوتی ہے اور کسی شریف انسان کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی کمینگی نہیں ہو سکتی کہ اس شخص پر حملہ کیا جائے۔ پس جس کی زبان اور ہاتھ بند ہوں جس شخص کے ہاتھ جواب دینے سے بند ہیں۔ اور جس کی زبان بھی بند ہے اس پر حملہ کرنا نہایت کمینگی ہے۔ اگر خلیفہ کو دست بردار ہونے کا اختیار ہوتا تو کئی خلیفے ایسے ہوتے جو معترضوں کو کہہ دیتے کہ لو تم خلافت کو سنبھالو ہم الگ ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ خلیفہ سے یہ اختیار چھین لیا جاتا ہے اس لئے خواہ کیسی حالت ہو وہ خلافت سے دست بردار ہونے کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔

ان جوابوں کے بعد میں دونوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر اس قسم کے خیالات ان کے دل میں ہوں تو ان کو نکال دیں یاد رکھو کہ تفرقہ اندازی کسی طرح بھی مفید نہیں ہوتی۔ کوئی ترقی کرنے والی قوم بھی دنیا میں ایسی نہیں گزری جس کا ایک حصہ دینی علوم کی طرف متوجہ نہ ہوا ہو۔ اور نہ کبھی کوئی ایسی قوم ترقی کر سکتی ہے جس کا ایک حصہ دنیاوی علوم کی طرف توجہ نہ کرے۔ جس طرح کبھی کوئی مکان بغیر دیواروں کے نہیں بن سکتا۔ اور نہ قائم رہ سکتا ہے اسی طرح وہ طبقہ جو زیادہ قابل ہو اس بات کے کہ وہ دنیوی طور پر سلسلہ کا عمود اور ستون ہو اور مالی خدمت سلسلہ کی کرے۔ اس کے نہ ہونے سے بھی ایسی جماعت ترقی نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اگر مولویوں کو نکال دیا جائے تب بھی جماعت قائم نہیں رہ سکتی۔ اور نہ ترقی کر سکتی ہے۔ یہ جماعت نہ انگریزی دانوں سے بنی ہے۔ اور نہ مولویوں سے۔ جماعت میں انہی دو طبقوں کے لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ جماعت کا ۹۸ فی صدی حصہ ان دونوں کے علاوہ بھی ہے اور وہ زیادہ سلسلہ کا کام کرتا ہے۔ ہاں ایک بات رہ گئی کہ ایک انگریزی

خواں شیخ عبدالرحمان مصری سے زیادہ جلدی حوالے نکال سکتا ہے مگر حوالوں کے ساتھ علم کا کیا تعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود بھی دوسروں سے حوالے نکلوایا کرتے تھے۔ اسی طرح میں بھی دوسروں سے حوالے نکلواتا ہوں۔ مضمون بتا دیا اور آیتیں نکلوا لیں۔ ایک دفعہ لاہور میں میں نے لیکچر دیا۔ اور حافظ روشن علی صاحب سے آیت پڑھوائی۔ تو ایک اخبار نویس نے لکھا کہ لیکچر تو اچھا تھا۔ لیکن ایک اور شخص سے پوچھ کر بولتے تھے۔ حوالہ نکالنا تو حافظ کا کام ہے۔ عالم کا کام مضمون تیار کرنا ہے باقی رہی یہ بات کہ ایک انگریزی خواں مولویوں سے زیادہ معارف بیان کر سکتا ہے اور اس نے تو ایسی طرز سے کہا تھا کہ گویا اس انگریزی خواں نے معارف بیان بھی کر دیئے ہیں اگر ایسا ہے تو یہ ہمارے لئے خوشی کی بات ہے لیکن اس سے انگریزی خواں علماء کی ضرورت سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ دیکھو نسخے تو سارے لوگ جانتے ہیں لیکن اگر دنیا میں کوئی ڈاکٹر نہ رہے تو نسخے بھی نہ رہیں۔ کیوں کہ نسخے ڈاکٹروں کے ذریعہ سے ہی پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح تم جو معارف بیان کرو وہ وہی تو ہونگے جو مولویوں سے سیکھے ہونگے خواہ کتنی بھی معارف بیان کرنے میں ترقی کر جاؤ۔ پھر بھی وہ مولویوں کے ہی بیان کردہ ہونگے۔ یا انہی کی تعلیم کا نتیجہ ہونگے۔ اور یہ معارف تب ہی حاصل ہو سکتے ہیں کہ ایک جماعت ایسی ہو جو رات دن اس کام میں لگی رہے۔ پس دونوں کو اپنی جگہ پر یہ سمجھنا چاہیئے کہ دونوں جماعت کی مشینری کے پرزے ہیں اگر انگریزی خواں انگلستان اور امریکہ وغیرہ میں کام کر رہے ہیں تو وہ یہاں وہ کام نہیں کر سکتے جو مولوی کر رہے ہیں۔ پھر جو کام مولوی مصر ایران اور افغانستان وغیرہ ممالک میں کرتے ہیں انگریزی خواں نہیں کر سکتے۔ پھر ان کے علاوہ اور لوگ ہیں جو سلسلہ کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں۔ ابھی ہمارا ایک بھائی محمد امین خاں بخارا سے ہو کر آیا ہے جو نہ انگریزی خواں ہے نہ عربی خواں۔ اس نے جو قربانیاں کی ہیں وہ بہت بڑھی ہوئی ہیں وہ جیل خانوں میں رہا ہے۔ عربی خواں یا انگریزی خوانوں میں سے کون ہے جو جیل خانوں میں رہا ہو۔

تو جماعت کا ہر شخص کام کر رہا ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مخلص احمدی بھی خدمت کر رہا ہے۔ پس اپنے خیالات میں حسن ظنی کا مادہ رکھو اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ وہی بچے ماں باپ کی محبت اور پیار کو کھینچتے ہیں جو آپس میں محبت اور پیار کو کھینچتے ہیں جو آپس میں محبت کے ساتھ رہتے ہیں۔ اسی طرح اگر تم خدا کے فضلوں اور اس کے رسول اور اس کے خلیفہ کی دعاؤں کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے دلوں سے بد ظنی نکال دو۔ اور ہر ایک کو بھائی سمجھو کہ اسی میں تمہاری ترقی کا راز ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم میں محبت و پیار پیدا کرے۔

(الفضل ۲۱ر دسمبر ۱۹۲۳ء)

ا۔ مسلم کتاب الایمان باب من مات لا یشرک باللہ دخل الجنۃ